Tauseeq, Volume. 5, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v5i1.34

Received: 28-05-2023
Accepted: 10-06-2023
Published: 30-06-2023

اردو شاعری اور سیاست باہمی روابط

Urdu Poetry and Politics

ڈاکٹر الطاف یوسف زئی*
ڈاکٹر رابعہ شاہ
ڈاکٹر ندیم حسن

Abstract:

Literature is a reflection of life and politics is a part of life. Literature covers. All aspects of life and describes every aspect. When we study modern and classical literature, the political aspect is prominently presented in it. The poets of every era saw and described the political conditions of their respective Eras from their own perspective. Keeping in view the words of all these poets, The contemporary history of the special periods of the subcontinent can be compiled. Urdu poetry presents a brief over view of the political trends from The Deccan to the establishment of Pakistan.It has reached the poets before and after the establishment of Pakistan.

Keywords:

Politics, Establishment, Pakistan, Urdu, Poetry, Prose, Literature, Modern and Classical , Meer Taqi Meer, Ghalib , Altaf Hussain Hali, Akhtar sherani, Alama Iqbal , Akbar Ilah Abadi , Faiz Ahmad Faiz , Ahmad Faraz , Majeed Amjad, Habib Jalib ,

* ایسوسی ایٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی
لیکچرر ہزارہ یونیورسٹی
اسسٹنٹ پروفیسر جامعہ چترال

ادب زندگی کا عکاس، سیاست زندگی کا حصہ ہے۔ادب زندگی سے وابستہ تمام امور کا احاطہ اور ہر پہلو کو بیان کرتا ہے۔ جس ماحول کے جو تقاضے ہوں اسی حوالے سے اس دور کا ادیب ادب کے ذریعے انہیں بیان کرتا ہے۔ کسی بھی ملک کا ادب رونما ہونے والی تبدیلیوں اور معاشرے پر اثرانداز ہونے والے عوامل کو اسی پیرائے میں پیش کرتا ہے۔جب ہم جدید اور کلاسیکل ادب کا مطالعہ کرتے تو اس میں سیاسی پہلو کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔ہر دور کے ادب میں سیاسی رجحانات ادب میں شامل رہے ہیں۔اس دور کے ادبا کے ہاں ہمیں جابجا ادب میں سیاسی اشارے ملتے ہیں جس دور میں ادیب کو سیاست کے بارے میں اشعار کہنے پر یا ادب میں سیاست کو شامل کرنے پر ملک بدر کر دیا جائے یا اس جرم میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے تو اس دور میں برملا ادب میں ساسی پہلو کو پیش کرنا مشکل جا ہے۔ جس طرح جعفر زٹلی نے فرخ سیئر کے سکے پر پیروڈی کہی تو اس کا یہ جرم اس کی موت کا سبب بنا۔زیادہ تر شعراء نے مبہم انداز میں ادب میں سیاسی رجحانات کا اظہار کیا ہے ۔اکثر شعرانے علامتی انداز اختیار کیا ہے۔سیاست اور ادب کا گہرا تعلق ہے۔ معاشرت اور انسانی زندگی میں سیاست کا چلن عام ہے۔ ہمارے سامنے سیاسی تبدیلیاں وقوع پذیر اور رونما ہوتی ہیں۔ سیاست کسی بھی ملک و معاشرے کی ترقی و تنزلی میں اہم کردار ادا کرتی ہے ۔جب سیاست کی ترجیحات مادہ پرستی ہوں تو معاشرہ دن بدن بگاڑ کا شکار ہوتا ہے اور اگر سیاست کے اندر روحانیت کا پہلو جا گزیں ہو تو یہ عبادت بن جاتی ہے ۔ادیب اس معاشرے کا حصہ ہے ادیب وہ ہی کچھ تخلیق کرتا ہے جو اس کے ارد گرد پیش آ رہا ہوتا ہے۔جب بھی کسی ادیب کے سامنے کوئی واقع پیش آتا ہے تو وہ ضرور اس کا اثر قبول کرتا ہے اور اس کو بیان کرتا ہے۔اردو شاعری کی ابتدا چونکہ شاعری سے ہوئی تھی۔ہر دور کے شعرانے اپنے اپنے دور کے سیاسی حالات کو اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھا اور بیان کیا۔اگر اس تناظر میں ہم ملک الشعرا نصرتی کی مشہور مثنوی کا جائزہ لیں تو اس میں نصرتی کے دور کے سیاسی حالات کی تصویر جلوہ گر ہے:

خصوصا سیوا کافر بے نظام جو فرعون کا ہے سوسایہ تمام

جلگ جلگ جگ میں مہلت ہے ابلیس کو تلگ چال ہے تس کی تلبیس کو(1)

اس میں والئی بیجاپور سلطان علی عادل اور مرہٹہ سردسیواجی کی آپس کی جنگ وجدل اور دیگر واقعات کا احوال درج ہے۔دکن کی ریاست نے ولی جیسا بڑا شاعر پیدا کیا جو مثنوی سے غزل کی طرف آیا اور غزل ہی میں اپنا لوہا منوایا۔ولی جمالیات کا شاعر ہے لیکن اس کے باوجود ولی کے ہاں بھی ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں سیاسی اور تاریخی عنصر پایا جاتا ہے۔غزلیات ولی سے چند اشعار ملاحظہ کریں جو ولی کی سیاسی بصیرت کی عکاسی کرتے ہیں:

ڈنکا فتح کا خوب بجا یاد کن اوپر اور نگ شاہ والی بر جا ہوئے اتال(2)

اور نگ زیب کے شمالی ہند میں حکومتی اکھاڑ پچھاڑ کا ایسا سلسلہ شروع ہوا۔ جس نے عوام کی زندگی دوبھر کر دی۔دلی میں قتل و غارت گری عام ہوئی یہ اخلاقی زوال اور سیاسی تباہی کا زمانہ تھا۔امراءذلیل وخوار ہوئے۔اہل حرفہ بے توقیر ٹھہرے اور ساری مغلیہ شان و شوکت پامال ہوگئی۔دردِ دل رکھنے والے مجبور و بے بس ہوئے حالات بدلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔اس دور کے شعرانے یہ تمام مناظر آنکھوں سے دیکھے اور ان معاملات کو سرسری نہیں جانا بلکہ حالات کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے زندگی پر اثر انداز ہونے والے عوامل کو منظوم کیا۔اس دور میں باقاعدہ سیاسی ڈھانچہ موجود نہیں تھا اور معاشرہ دن بدن تنزلی کی طرف جارہا تھا جب بہتری کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو شعرانے علامتی انداز اختیار کیا بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے:

"شاعر جہاں گلستان، باغ، چمن اور آشیاں کا ذکر کرتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کنایتہ اپنے ملک و وطن اور گھر بار کا ذکر کر رہا ہے۔اسی طرح ظالموں، قاتلوں، لٹیروں اور غارت گروں کو کبھی گل چیں اور کبھی صیاد کے لقب سے یاد کرتا ہے اور چمن کے باسیوں کو غنچہ، گل، پھول، پھل اور بلبل سے تشبیہ دیتا ہے اور اسی طرح دورِ امن و خوشحالی کو بہار سے اور دورِ انتشار واضطراب کو خزاں سے۔"(3)

غنچہ، گل، بلبل، پھل، گلستان، باغ، چمن، گل چیں، صیاد اور آشیاں اس دور کے شعرا کی محبوب علامتیں ہیں۔ان علامتوں میں زندگی کے تمام رنگ نظر آتے ہیں۔سماجی اور سیاسی زندگی سے پیدا ہونے والے غموں آلام، مصائب و تکالیف اور دکھ کو بیان کیا گیا ہے۔

کیا لطف رکھے ہے اس باغ کی سیر اے سوداؔ شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گل چیں جس میں (4)

اسلامیوں کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی ظالم فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی(5)

حالات کی ستم گری سے ہر ایک شاعر متاثر نظر آتا ہے دیگر شعرا کے ساتھ دردؔ جیسا صوفی شاعر بھی اپنے دور کی گھٹنائیوں اور سیاسی ماحول کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکا۔میر تقی میر کے زمانے میں بڑے نشیب و فراز پائے جاتے ہیں۔میرؔ کے زمانے میں جن لوگوں کی زندگی خوشیوں سے بھری ہوئی اور عیش و نشاط کی حامل تھی۔دلی کے اجڑنے پر وہ مفلس ہوئے ان کی زندگی مشکلات میں گھر گئی۔ان کا کوئی

پرسان حال نہ رہا۔آرام وسکون اور عیش و عشرت سب کچھ چھن چکا تھا۔میرؔ ان تمام حالات و واقعات سے متاثر ہوئے۔دن بدن بگڑتے سیاسی حالات نے میرؔ پر بھی بڑا اثر کیا۔ذیل کے چند اشعار سے میرؔ کے زمانے کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

نام آج کوئی یاں نہیں لیتا انھوں کا جن لوگوں کے کل یہ سب زیر نگیں تھا(6)

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انہیں تھا کل تلک دماغ جنہیں تاج و تخت کا(7)

میرؔ کی شاعری اپنے عہد کی عکاس ہے۔ان شعرا میں ایک نام خواجہ حیدر علی آتش کا بھی ہے ان کی شاعری بھی صرف جذبات و احساسات کی شاعری ہی نہیں ہے بلکہ سیاسی شعور کو بھی پیش کرتی ہے۔لکھنؤ کے بازاروں میں زندگی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی ۔ایک وقت آیا کہ لکھنؤ کے بازاروں میں سڑے ہوئے گوشت کی بو کے سوا کچھ نہیں تھا ہر طرف خون ہی خون نظر آتا تھا یہ تمام صورت حال آتشؔ کی شاعری میں نظر آتی ہے۔

دیکھ سکتے کہاں کافر مسلماں کی نمود کھود کر بت آتش سنگ تربت لے گئے(8)

کیا نفاق انگیز چلتی ہے زمانے میں ہوا سیکڑوں مجموعہ محبت پریشاں ہو گئے(9)

اسی طرح شیخ امام بخش ناسخ نے جہاں زبان سنوارنے کے لیے بہت سا کام کیا وہاں ان کے سیاسی حوالے سے اشعار بھی ملتے ہیں:

دل ملک انگریز میں جینے سے تنگ ہے رہنا بدن میں روح کو قید فرنگ ہے(10)

مرزا اسد اللہ خان غالب کا عہد سیاسی حوالے سے بڑا سنگین دور تھا۔ان کے دور میں ایک تہذیب دم توڑ رہی تھی تو دوسری نمو پا رہی تھی۔غدر کا واقعہ مرزا غالب کی زندگی کا بڑا واقعہ تھا اس واقع نے تہذیبی اور سیاسی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔جنگ آزادی میں غالبؔ نے جو کچھ دیکھا اسے اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔اس دور کے حالات کا اظہار واضح طور پر کرنا مشکل تھا۔اس لیے مرزا غالب نے نہایت مبہم انداز میں ان حالات کو اپنی شاعری کے ذریعے بیان کیا ہے غالبؔ ملک کی تباہی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

زبان اہل زبان میں ہے مرگ خاموشی ، یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع(11)

آتش کدہ ہے سینہ مرا رازِ نہاں سے اے وائے! اگر معرضِ اظہار میں آوے(12)

مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی شاعری سے قوم کی اصلاح کرنے کا بیڑا اٹھایا۔حالیؔ غزل اور نظم کے شاعر تھے۔ نظم کے ذریعے حالیؔ نے قوم کی سیاسی اور سماجی حالات کے دھارے کو بدلنے کی کوشش کی انہوں نے اپنی نظموں کے ذریعے قوم کی معاشرتی برائیوں اور برطانوی سیاست کے مصائب و محاسن بیان کیے۔حالیؔ اپنی نظم "سیاست" میں سیاسی صورت حال کا اظہار کرتے ہیں:

تدبیر یہ کہتی تھی جو ملک ہو مفتوح واں پاؤں ڈالنے کے لیے تفرقہ ڈالو

اور عقل خلاف اس کے تھی یہ مشورہ دیتی یہ حرف سبک پھول کے منہ سے نہ نکالو

پر رائے نے فرمایا جو کہتی ہے تدبیر مانو اسے اور عقل کا کہنا بھی نہ ٹالو(13)

مولانا حساس اور درد دل رکھنے والے انسان تھے۔وہ دوسروں کے دکھ درد میں خود بھی شریک ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اسی میں ہے کہ لوگوں کے دکھ درد کو بانٹا جائے۔ان کا بیشتر کلام سیاسی پہلوؤں کا آئینہ دار ہے۔

سیاست کو اپنی شاعری کا موضوع بنانے والوں میں ایک نام اکبر الہ آبادی کا ہے۔اکبر الہ آبادی سر سید کے ہم عصر تھے، لیکن سر سید سے نظریاتی اختلاف رکھتے تھے۔ سر سید احمد خان چاہتے تھے کہ مسلمان جدید علوم سے آگاہی حاصل کریں لیکن اس حوالے سے اکبر الہ آبادی سر سید احمد خان سے متفق نہیں ہوئے۔کیونکہ اکبر الہ آبادی انگریز ی تعلیم کو حاصل کرنا انگریزوں کی پیروی کرنا تصور کرتے تھے ۔اکبر نے قومی مقاصد کے اظہار کے لیے علامتی انداز اختیار کیا اور کئی کردار وضع کیے۔یہ کردار علامتی طور پر برصغیر کی سیاسی زندگی کے مختلف طبقات کی ترجمانی کرتے ہیں، کرداروں میں انھوں نے لاٹ و صاحب، پنڈت لالہ، بیگم و مس، مسٹر و چیلا، کریمن و نصیبن، بابو وملا، ہیر و مرزا، حاکم و محکوم، ادنٰی و اعلٰی، شیخ و سید سے لے کر گاندھی وغیرہ سبھی طبقات کو بیان کیا ہے۔احساس محکومی اکبر کے ہاں شدت اختیار کر گیا تھا اور انھیں جہاں بھی موقع ملا انھوں نے فرنگی استعمار پر کاری ضرب لگائی۔ذیل کے اشعار انقلابی و سیاسی پہلو کے غماز ہیں:

اتنی آزادی بھی غنیمت ہے سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

شیخ صاحب انگریز خدا سے ڈرتے ہوں میں تو انگریز ہی سے ڈرتا ہوں(14)

اکبر الہ آبادی نے مشرقی و مغربی تہذیب کے تصادم کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا کیونکہ وہ انگریزوں کی چالوں سے واقف تھے۔انھیں شاعر کے بجائے ناصح کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

علامہ محمد اقبال کی شاعری بھی محض تفریح یا حظ اٹھانے کا ذریعہ نہیں۔ان کی شاعری ہماری مذہبی اقدار و روایات کی آئینہ دار ہے ۔اقبال کی بہت سی نظموں میں سیاسی شعور کی غمازی ہے۔اقبال کی شاعری میں سیاسی کرنیں مذہب ہی سے پھوٹتی ہیں۔وہ سیاست کو مفادات کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک سیاست خدمت دین وملت ہے۔علامہ اقبال کے سیاسی رجحانات ان کی ایک نظم "سلطنت" میں بھی موجود ہیں۔جس میں اقبال نے غالب اقوام کا تذکرہ کیا ہے کہ محکوم اگر ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے سر اٹھاتا ہے تو حکمرانوں کی جادو گری اسے بھی سلا دیتی ہے۔غالب اقوام کی جادو گری محکوموں پر اس قدر اثر کرتی ہے کہ وہ غلامی کے طوق کو سامان دلیری تصور کرنے لگتے ہیں۔پھر ان میں ایک موسی پیدا ہوتا ہے جو سامری جادو گر کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ان کو بتاتا ہے کہ حکمرانی کے لائق صرف وہی وحدہ لاشریک ذات ہے۔باقی سب حکمران آذر کے تراشے ہوئے بت ہیں۔اقبال نظم "سلطنت" میں کہتے ہیں:

آبتاؤں تجھ کو رمز آیہ ان الملوک سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادو گری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر پھر سلادیتی ہے اس کو حکمران کی ساحری(15)

اقبال کے خیال میں مسلمان اپنے طور طریقوں کو چھوڑ کر اپنی قدیم روایات سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

مولانا ظفر خان کی شاعری میں سیاسی رجحانات اور انگریز دشمنی کے مضامین بکثرت ملتے ہیں۔مولانا نے سیاسی اور ہنگامی مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔انھوں نے انگریز اقتدار کے خلاف بغاوت کی۔مولانا نے کبھی انگریزوں سے تعاون نہیں کیا کیونکہ انگریزوں کی چالیں قدم قدم پر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی رہیں۔انگریز ہندوستان کے مسلمانوں کو انسان نہیں سمجھتے ان کا مقصد ہندوستانیوں سے دولت کو لوٹنا اور انھیں بے وقوف بنانا ہے۔اس لیے مولانا نے انگریزوں کی مخالفت کی اور حصول آزادی کے لیے کوشاں رہے۔مولانا نے انگریزوں کی حکومت اور انگریزوں دونوں سے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ان خیالات کی عکاسی ان کی نظم "یورپ کا بین الاقوامی قانون" سے ہوتی ہے۔

یورپ والو تم تو سمجھتے ہی نہیں ہو انسان ہمیں اور جو سمجھتے بھی ہو تو شاید جانتے ہو نادان ہمیں

عدل تمھارا ہے زر مغرب جو ہے ملمع مشرق کو کہہ نہ سکیں گو کچھ بھی زبان سے لیکن ہو گئے کان ہمیں (16)

ہم کو ہمارے حال یہ چھوڑے آئے ہم اس تہذیب سے باز کچھ نہیں یورپ سے مطلب ہمیں، چاہیے پاکستان ہمیں

مولانا نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالا اور کبھی انھیں مایوس نہیں ہونے دیا۔

اختر شیرانی کو بھی شاعر "رومان" کہا جاتا ہے۔رومانیت کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں سیاسی عنصر بھی پایا جاتا ہے۔رومانیت کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں سیاسی عنصر بھی پایا جاتا ہے۔اختر شیرانی نے رومانوی شاعری کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل کو بھی اپنی شاعری کو موضوع بنایا ہے۔اختر شیرانی بھی معاشرے میں انقلاب کے خواہاں تھے۔وہ مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے اور اہلِ ہند کی بگڑی ہوئی قسمت کے سنوارنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔وہ شر جس کی وجہ سے انسانوں نے حیوانی روپ اختیار کر لیا تھا اسے ختم کرنا چاہیے۔اختر شیرانی اپنی نظم انقلاب میں لکھتے ہیں:

مغربی قوموں کی بڑھتی ہوئی تہذیب رکے مشرقی قوموں کی بگڑی ہوئی قسمت بدلے

عہد حاضر کا شر کم نہیں حیوانوں سے یہ شر بدلے، یہ رنگ بشریت بدلے (17)

بیسویں صدی کے شاعر جگر مراد آبادی کا شمار ان شاعروں میں ہوتا ہے۔جن کی شاعری سیاسی خیالات کی ترجمانی کرتی ہے ۔جگر کی نظر سے کوئی معاشرتی پہلو پوشیدہ نہیں رہتا۔ان کی نظموں میں سیاسی خیالات کے ساتھ ساتھ افلاس سے ماری مخلوق خدا کا ذکر بھی ملتا ہے۔جگر کی شاعری میں بچوں کے بلکنے، سسکنے اور تڑپنے کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔افلاس، غربت، بے مہری، بے دردی، غلامی یہ سب ان کی نظموں میں نمایاں ہے۔جگر مراد آبادی کی نظم "قحط بنگال" ان کے سیاسی رجحانات کی وضاحت کرتی ہے:

بنگال کی میں شام و سحر دیکھ رہا ہوں ہر چند کے ہوں دور مگر دیکھ رہا ہوں

افلاس کی ماری ہوئی مخلوق سرِ راہ بے گور و کفن، خاک بے سر دیکھ رہا ہوں

بچوں کا تڑپنا، وہ بلکنا، وہ سسکنا ماں باپ کی مایوس نظر دیکھ رہا ہوں(18)

شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی کا شمار سیاسی شعور رکھنے والے شعراء میں ہوتا ہے۔جوش کی شاعری کا آغاز پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوا۔جوش معاشرے میں انقلاب کے متمنی تھے۔وہ ایک ایسا انقلاب لانا چاہتے تھے جہاں کوئی غریب نہ ہو، نہ ہی کوئی مفلس ہو اور نہ ہی کوئی بیمار ہو، نہ کوئی غلام ہو ہر ایک کو شخصی آزادی حاصل ہو۔جوش اپنے ملک کے سیاسی حالات سے واقف تھے۔جوش ان تمام حالات سے واقف تھے جس کا سامنا پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کرنا پڑا۔جوش ایک ایسے سیاسی لیڈر کے متلاشی تھے جو قوم کا خیر خواہ ہو۔قوم کی ترقی وخوشحالی کے لیے کام کرے جو خود پرست نہ ہو بلکہ وہ قوم پرست ہو جوش نے اپنے ان خیالات کا اظہار اپنی نظم "خود پرست لیڈر" میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

غلط کہتا ہے، گو وہ شخص جو تجھ سے یہ کہتا ہے کہ بحر ہند کے امواج میں گوہر نہیں ملتا

مگر اس بات سے انکار کی جرات نہیں ہوتی کہ اس خطہ میں ڈھونڈنے سے بھی کریکٹر نہیں ملتا

اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ پورے براعظم میں جو اپنے کو بھلا سکتا ہو وہ لیڈر نہیں ملتا(19)

جگر مراد آبادی کسی ایسی لیڈر کی تلاش میں ہے کہ وہ آئے اور مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔

بیسویں صدی کے نظم گو شاعر فیض احمد فیض کی شاعری میں سیاسی و عمرانی عناصر واضح ملتے ہیں۔انھوں نے حقائق زندگی کی الجھنوں، مزدوروں اور غریبوں کے مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی موضوع کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔فیض احمد فیض نے بھی زندگی کے تجربات اور سیاسی حالات کی ترجمانی کی ہے۔فیض وصل کی راحتوں سے زیادہ زمانے کی راحتوں کو پسند کرتے ہیں، ظلم کے بندھن، پاپ کے پھندے، دنیا کے غم و آلام ناتواں پر جھپٹنے ہوئے عقاب جو پر تولے چاروں طرف منڈلا رہے ہیں۔ان کی نظروں سے او جھل نہیں۔خون سے لتھڑے اور کوچہ و بازار میں بکتے ہوئے جسم ان کے دل و دماغ میں سما جاتے ہیں۔پہلے وہ وصل محبوب اور غم کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے لیکن جب زمانے کے حقائق پر نگاہ پڑی تو انھوں نے بر ملا کہا کہ زندگی میں صرف محبت ہی کی اذیتیں نہیں اس میں سرِ دلبراں کے ساتھ حدیث دیگراں کو فراموش کیا جا سکتا:

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

ان گنت صدیوں کے بہیمانہ طلسم ریشم واطلس و کمخاب میں بنوائے ہوئے

جابجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں میں جسم خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے (20)

ناصر کاظمی کے علاوہ حبیب جالب نے روایتی انداز سے اپنی شاعری کو آغاز کیا۔ان کی شاعری میں سیاسی عناصر کثرت سے ملتے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت کی قتل وغارت کے مناظر حبیب جالب نے جب دیکھے تو وہ حکومتی طبقوں کے دشمن ہوگئے۔کیونکہ وہ سمجھتے تھے ان طبقوں نے فقط اپنے مفاد کی خاطر لوگوں کو تقسیم کیااور پھر انسانیت کے بنیادی حقوق تک کو پاؤں تلے کچل ڈالا۔ان کی نظر میں امیر، وزیر سب فرنگی کے ممنون اور ڈالر کے غلام ہیں اس لیے انھیں حکمران طبقے سے اکثر شکایت رہی۔یہ لفظ آزادی سے واقف اور اونچے اونچے محلوں میں عوام الناس کی حالت سے بے خبر عیش و عشرت میں مگن ہیں۔امیروں کے لیے ان کے پاس وقت ہے اور غریبوں کے مسائل حل کرنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں۔گاڑیوں میں سفر کرنے والے پیدل چلنے والوں سے ہاتھ ملانا گوارا نہیں کرتے۔رنگ برنگے کھانوں سے پیراستہ میزیں ان کے سامنے ہیں۔ان وزیروں کی محبوبائیں وزارتیں اور کرسیاں داشتائیں ہیں۔یہ غریب عوام کا خون چوس کر خود عیش و آرام کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ان کا مطمع نظر یہی ہے کہ جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن ہماری کرسی سلامت رہے۔

کوئی ممنون فرنگی، کوئی ڈالر کا غلام دھڑکنیں محکوم ان کی لب پر آزادی کا نام

قوم کی خاطر اسمبلی میں یہ مرجاتے بھی ہیں قوت بازو سے اپنی بات منواتے بھی ہیں

گالیاں دیتے بھی ہیں اور گالیاں کھاتے بھی ہیں یہ وطن کی آبرو ہیں، کیجئے ان کو سلام (21)

حبیب جالب بے خوف و بے باک اور نڈر شاعر تھے انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار حکومت وقت کے سامنے بے باک انداز میں کیا۔ عوام کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے عمدہ شاعری ان کے ہاں موجود ہے۔

وہ شعراء جنھوں نے سیاسی اور سماجی مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ان میں ایک نام احمد فراز کا بھی ہے۔جن کی اپنے نظریات کی وجہ سے آنکھ مچولی چلتی رہی ایک مدت تک جلاوطنی کا عذاب بھی سہنا پڑا اردو شاعری میں وہ توانا آواز تھے۔تنہا تنہا، نایافت، بے آواز، گلی

کوچوں میں، درد آشوب، میرے خواب، نابینا شہر، میرے خواب ریزہ ریزہ، جاناں جاناں، آوازیں میری (ترجمہ)ان کی تخلیقات ہیں۔ان کا کلیات "اثاثہ" کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔احمد فرازؔ کی شاعری کی شہرت ویسے تو عشق و محبت اور میٹھے میٹھے سلگاؤ سے عبارت غزلیات کی وجہ سے ہے لیکن ہر گز ایسا نہیں کہ دیوانہ درد سے خالی ہے۔ فرازؔ کا مسلک پاکستان سے محبت ہے۔ان کی شاعری میں ایک قسم کی بے باکی ہے جس کی وجہ سے ان کا آہنگ بلند اور انداز طنز سے رچا بسا ہے۔ فرازؔ کی شاعری اپنے عہد کے مسائل کی عکاسی کرتی ہے۔ سقوط ڈھاکہ کا المیہ ہی لے لیجئے جو ایک ایسا طوفان بلاخیز تھا جس نے شاید ہی کسی بڑے شاعر کو متاثر نہ کیا ہو اور شاعری میں اس کے اثرات ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ ہر حساس شخص کے دل پر سقوط ڈھاکہ نے بہت گہرا اثر چھوڑا۔ دوسرے شعرا کے ساتھ ساتھ فرازؔ نے بھی اس سانحے پر آنسو بہائے ہیں۔

یقیں کی مشعلیں جلائے

وطن کی ناموس کے لیے

بے شمار بازو و علم اٹھائے

رواں ہوئے تھے یہ عہد کر کے

کہ ان کی جانیں رہیں کہ جانیں

مگر وفا پر حرف نہ آئے(22)

مندرجہ بالا شعراء کے علاوہ مجید امجد، ن۔م راشد، جان نثار اختر، ساحر لدھیانوی، فراق گورکھپوری، احسان دانش، احمد ندیم قاسمی کے کلام میں بھی سیاسی رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ہر دور کے شاعر کے ہاں اس کے عہد کے سماجی، تاریخی، سیاسی اور عالمی مسائل کا عکس نظر آتا ہے۔ان تمام شعرا نے ملکی، ریاستی، تاریخی اور سیاسی مسائل کو شاعری کے قالب میں سمو دیا گیا۔ان تمام شعرا کے کلام کو پیش نظر رکھ کر برصغیر کے خاص ادوار کی عصری تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔1857ء کی جنگ آزادی، ہندوستانیوں کے دلوں انگریزوں کے لیے پیدا ہونے والی نفرت، دو قومی نظریہ، تقسیم بنگال، مسلم لیگ کی سیاست، بدیسی تہذیب، تحریک آزادی وطن، انگریز حکمرانوں کے رویے، وطن کی محبت، آزادی کی تڑپ، حکومتی ادارے اور پالیسیاں گویا قیام پاکستان سے قبل تمام تاریخی و سیاسی مسائل کو اردو شاعری کا حصہ بنایا۔ادب

آسمانوں کی ماورائی وسعتوں میں تخلیق نہیں ہوتااور ادیب اپنے ارد گرد رونما ہونے والے مسائل سے غفلت کا شکار نہیں ہو سکتا۔اردو شاعری دکن سے قیام پاکستان تک سیاسی رجحانات کا مختصر منظر نامہ پیش کرتی ہے۔ جعفر زٹلی، نصرتی اور غواصی سے شروع ہونے والا سلسلہ قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے شعرا تک آ پہنچا ہے۔بدلتے ہوئے حالات کے اس اجمالی جائزے میں اجتماعی مزاج اور انفرادی خیالات سمیت قومی و ملی احساسات کو پیش کیا گیا ہے۔سیاسی حالات کا اظہار مختلف اور مختلف ادوار میں شعرا کے قلم سے بیان ہوتا رہا ہے۔اجتماعی اور ملی سوچ کے حامل شعرا اس فرض سے غافل نہیں ہوئے۔ عمیق مشاہدے کی بنا پر وہ بطور مصلح اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔انھوں نے قوم کی رہبری اور اصلاح کا فریضہ ادا کیا۔شاعری میں سیاسی رجحانات کو بطور خاص موضوع بنایا گیا۔

حوالہ جات

1۔نصرتی، دیوان نصرتی، مرتب، ڈاکٹر جمیل جالبی، قوسین، لاہور، 1972ء، ص234

2۔ولی دکنی، کلیات ولی دکنی، انجمن ترقی اردو، کراچی، 1954ء، ص170

3۔غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1998ء، ص125

4۔سودا، محمد رفیع، مرزا کلیات سودا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2006ء، ص107

5۔ مصحفی، غلام ہمدانی، کلیات مصحفی، (دیوان سوم)، مجلس ترقی اردو، لاہور، 1971ء، ص411

6۔میر تقی میر، کلیات میر (دیوانِ اول) سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1987، ص243

7۔ایضا، ص34

8۔آتش، حیدر علی، خواجہ، کلیات آتش، اردو اکیڈمی، 1963ء، ص354

9۔ایضا، ص352

10۔ناسخ کلیات، جلد اول، مرتب، اورنگ زیب عالم گیر، مقبول اکیڈمی، لاہور، 2006ء، ص44

11۔غالب اسد اللہ خان، دیوان غالب، فیروز سنز، لاہور، 1979ء، ص69

12۔ایضا،ص168

13۔خواجہ الطاف حسین حالی، مولانا کلیات حالی، بک ٹاک،لاہورم2005ء،ص212

14اکبر حسین، کلیات اکبر الہ آبادی، سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،2008ء،ص17

15۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، مکتبہ دانیال،لاہور، س۔ن، ص133

16۔ ظفر علی خان،، مولانا، نگارستان، مطبع اردو پریس،لاہور،1963ء،ص43

17۔اختر شیرانی، کلیات اختر شیرانی،الوقار پبلی کیشنز،لاہور،1993ء،ص177

18۔ جگر مرادآبادی، کلیات جگر، خزینہ علم وادب،لاہور،2003ء،ص217

19۔جوش ملیح آبادی، آیات ونغمات، بلال پبلشرز، کراچی،2007ء،ص10

20۔ فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا،لاہور، مکتبہ کارواں، س۔ن، ص61

21۔ حبیب جالب، کلیات حبیب جالب، طاہر سنز، پبلشرز،لاہور،2010ء،ص123

22۔احمد فراز، جاناں جاناں(اثاثہ) جامعہ امارات بتہ المتحدہ،1987ء،ص11

References:

1- Nusrati, Diwan Nusrati, Compiled by Dr. Jamil Jalibi, Kausin, Lahore, 1972, p. 234

2- Wali Deccani, Kaliat Wali Deccani, Anjuman-e-Pragati Urdu, Karachi, 1954, p. 170

3- Ghulam Hussain Zulfiqar, Doctor, Political and Social Background of Urdu Poetry, Milestone Publications, Lahore, 1998, p. 125

4- Sauda, Muhammad Rafi, Mirza Kaliyat Sauda, Milestone Publications, Lahore, 2006, p. 107

5- Mushafi, Ghulam Hamdani, Kaliyat Mushafi, (Diwan III), Majlis-e-Pragati Urdu, Lahore, 1971, p. 411

6- Mir Taqi Mir, Kaliyat Mir (Diwan I) Milestone Publications, Lahore, 1987, p. 243

7- Ibid. p. 34

8- Atish, Haider Ali, Khwaja, Kaliat Atish, Urdu Academy, 1963, p. 354

9- Ibid, p. 352

10- Nasakh Kaliyat, Vol. I, Compiled, Aurangzeb Alamgir, Maqbool Academy, Lahore, 2006, p. 44

11- Ghalib Asadullah Khan, Diwan Ghalib, Feroz Sons, Lahore, 1979, p. 69

12- Ibid, p. 168

13- Khwaja Altaf Hussain Hali, Maulana Kaliat Hali, Book Talk, Lahore, 2005, p. 212

14 Akbar Hussain, Kaliyat Akbar Allahabadi, Milestone Publications, Lahore, 2008, p. 17

15- Muhammad Iqbal, Kaliat Iqbal, Maktaba Daniyal, Lahore. N, p. 133.

16- Zafar Ali Khan, Maulana, Nigaristan, Urdu Press, Lahore, 1963, p. 43

17- Akhtar Sheerani, Kaliyat Akhtar Sheerani, Al-Waqar Publications, Lahore, 1993, p. 177

18- Jigar Muradabadi, Kaliyat Jigar, Khazina Ilm wa Adab, Lahore, 2003, p. 217

19- Josh Malihabadi, Verses and Songs, Bilal Publishers, Karachi, 2007, p. 10

20- Faiz Ahmad Faiz, Prescription Hai Wafa, Lahore, Maktaba Caravan, S. N, p. 61

21- Habib Jalib, Kaliyat Habib Jalib, Tahir Sons, Publishers, Lahore, 2010, p. 123

22- Ahmad Faraz, Janan Janan (Asset) University of Emirates Bata al-Muttahida, 1987, p. 11